

و تخریجات کا ہنگامہ گرم ہو گیا اور جزوی و فروعی اختلاف نے اصولی اختلاف کا روپ دھار لیا۔ چونکہ اختلافات علماء کی سطح سے اتر کر عوام کی سطح پر آ گئے تھے۔ اس لئے تشدد، تصلب اور تقشف نے راہ پائی۔ ظاہر ہے کہ یہ شکل امت کے مفاد کو نقصان پہنچانے والی تھی۔ اور ان حالات پر ہر شخص کڑھتا تھا جو ملت اسلامیہ کا بھی خواہ اور اس کی ترقی و کامرانی کا ہمتی تھا (۱)

ان حالات میں حضرت شاہ ولی اللہ (۲) نے یہ صورت تجویز فرمائی کہ جامد تقلید سے احتراز برتا جائے اور اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا جائے۔ گو کہ یہ اجتہاد "اجتہاد مستقل" نہ ہو بلکہ کسی ایک امام کی تقلید اختیار کرتے ہوئے عصری تقاضوں کے پیش نظر کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ دلی آرزو تھی کہ چاروں فقہی مسالک کے مابین پائے جانے والے تنازعات ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیں اور آپ نے اس ضمن میں عملی تطبیق کے ذریعے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ اس سلسلے میں آپ کا مشورہ یہ ہے کہ:

"چونکہ حنفی مذہب کو قبول عام حاصل ہے۔ ان کی تصانیف بھی بے شمار ہیں اور ان کے ماننے والوں کی تعداد بھی معتد بہ ہے۔ اس لئے جو بات اس وقت ملاء اعلیٰ کے علوم سے موافقت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی ان تمام باتوں کو قائم رکھا جائے جو ان میں اور حدیث کی دیگر کتب میں مشترک ہیں اور ان تمام باتوں کو رد کر دیا جائے جن کی کوئی اصل سرے سے فراہم ہی نہ ہو" (۳)

انغرض شاہ صاحبؒ کے فلسفہ کا بنیادی عنصر "الجمع بین المذہبات" ہی ہے۔ فقہ کے اختلافی مسائل پر نگاہ ڈالتے وقت حضرت شاہ صاحبؒ اپنے اس جمع و تطبیق کے عمل کو بار بار استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً رفع یدین، قرآۃ خلف اللام، آمین بالجھر، مسح راس وغیرہ میں شاہ صاحبؒ نے تطبیق کر کے ایک قابل تقلید نمونہ چھوڑا ہے۔

مذہب کے مابین تطبیق کی کوشش

ہندوستان میں حضرت شاہ صاحبؒ کے گرد و پیش صرف مسلک حنفی ہی تھا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا مسلک نہیں تھا۔ جب آپ حرمین شریفین پہنچے تو وہاں حنفی اساتذہ کے علاوہ مالکی اور شافعی اساتذہ سے بھی مستفید ہوئے۔ آپ کے ساتھ میں شیخ تاج الدین قلعی

حنفی، شیخ وفد اللہ مالکی اور شیخ ابوطاہر شافعی تھے۔ شاگرد کا اپنے استاد سے متاثر ہونا چونکہ ایک فطری امر ہے۔ اس لئے شاہ صاحب حنفی المسک ہونے کے باوجود دیگر مسالک سے بھی متاثر ہوئے۔ قیام حرمین کے دوران ہی مختلف فقہی اختلاف کی بنا پر مسک کے اختیار کرنے کے بارے میں ذہنی کشمکش میں مبتلا تھے اور تقلید کو چھوڑنا چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے آپ کو روحانی طور پر تین باتوں کا حکم ہوا چنانچہ فرماتے ہیں۔

وثنانیہا الوصاء بالتقلید بهذا المذاهب الاربعة لا اخرج منها والتوفیق ما استطعت (۴)

اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے روحانی طور پر آپ کو حکم ملا تھا کہ آپ مذاہب اربعہ کے درمیان تطبیق و توفیق کریں۔ چنانچہ "فیوض الحرمین" میں بیان کرتے ہیں۔

"نفع ثانیہ میں مجھ پر یہ ظاہر ہوا کہ میرے متعلق اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ امت مرحومہ کے مختلف ٹکڑوں کو تیرے ذریعے جمع کر دے۔ اس لیے فروعی مسائل میں قوم کی مخالفت سے باز نہ رہنا حق کے منافی ہے۔ اس کے بعد میرے سامنے ایک نمونہ یہ ظاہر ہوا کہ فقہ حنفی کے ساتھ سنت کی تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے اقوال میں سے کسی ایک کا قول لیا جائے ان کے عام حکموں کی تخصیص کی جائے۔ ان کے مقاصد سے واقفیت بہم پہنچائی جائے اور لفظ سنت سے جو کچھ سمجھ میں آئے اس پر اس طرح اکتفا کیا جائے کہ اس کی تاویل بعید نہ ہو، نہ بعض احادیث کو بعض سے ٹکرانے کی نوبت آئے اور نہ امت کے کسی فرد کے قول کے مقابلے میں کسی حدیث کو چھوڑنا پڑے۔ اس طریقہ کو اگر اللہ تعالیٰ پورا ذمہ دے تو یہ کبریت احمر اور کبریت اعظم ہے (۵)

چنانچہ "المصطفیٰ" میں آپ نے مذاہب اربعہ کے درمیان توفیق کی کوشش کی ہے اور اس میں ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے فقہاء و مجتہدین مذاہب کے اقوال کو بھی بیان کیا ہے۔ اور مختلف فیہ مسائل میں مجتہدانہ طور پر ازروئے حدیث کسی ایک مذہب کو ترجیح بھی دی ہے۔ مذاہب اربعہ کے علاوہ مستعدین تابعین و مجتہدین کے اقوال کو بھی اختیار کیا ہے۔

مذاہب اربعہ کی تقلید کیوں ضروری ہے

تقلید کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ تقلید کو چار اماموں تک بند کیوں رکھا گیا ہے؟ ان کے علاوہ اور بہت سے مجتہد گزرے ہیں۔ ان کی تقلید کیوں نہیں کی

گئی؟ اصل وجہ یہ ہے کہ ان چاروں اماموں کے علاوہ دیگر جتنے بھی مذاہب تھے وہ شہرت عام اور بقائے دوام حاصل نہ کر سکے اور خود بخود ختم ہو گئے۔ جبکہ یہ چار مذاہب

یعنی (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) مضبوط بنیادوں پر قائم ہوئے اور ان مذاہب کے تمام مسائل غور و خوض کرنے کے بعد مدون و منضبط ہو چکے ہیں۔ اور بعد میں جن حضرات نے آزادانہ اختتام کیا بھی تو وہ بھی مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب کے مقلد بن گئے اور اس کے مسلک و مذہب کے مطابق فتویٰ دیا۔ اس لئے ان کے مذاہب تمام دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ اور انہی پر تمام امت کا اجماع ہوا ہے۔

مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کے بارے میں امت کے اجماع کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب "حجة اللہ البالغہ" میں فرمایا ہے:

ان هذا المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة ومن يعتمد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا وفي هذا من المصالح مالا يخفى لاسيما في هذا الايام التي قصرت فيها التهمم جدا واشربت النفوس الهوى واعجب كل ذي رأى براه (۶)

(تمام امت نے اور مت کے قابل اعتبار افراد نے ان مذاہب اربعہ مشہورہ جو مدون ہو چکے ان کی تقلید کے جواز پر آج تک اجماع کیا ہے اور اس میں بہت سی مصلحتیں اور فوائد ہیں جو مخفی نہیں بالخصوص اس موجودہ دور میں جس میں کم ہمتی اور سستی بے اندازہ ہے اور نفوس خواہش پرستی میں مستغرق ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی رائے پر مغرور ہو رہا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے ائمہ اربعہ کے مسالک کو اختیار کرنے اور ان کی تقلید کرنے کیلئے چار بڑی وجوہات بیان کی ہیں۔

- ۱- مذاہب اربعہ کے مسالک باقاعدہ طور پر مدون اور موجود ہیں۔
- ۲- پوری امت مذاہب اربعہ کی تقلید پر متفق ہے۔
- ۳- تیسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں امت کیلئے ظاہر و باہر سلامتی اور عافیت ہے۔
- ۴- یہ کہ ان مذاہب اربعہ کی تقلید کی وجہ سے نفوس میں ہوا و ہوس اور من مانی خواہشات کا خاتمہ ہے جس سے کوئی شخص دین میں اپنی من مانی نہیں کر سکے گا۔

۱۔ مذاہبِ اربعہ پر امت کا مکمل اعتماد

حضرت شاہ صاحبؒ نے "عقد الجید" میں مذاہبِ اربعہ پر امت کے مکمل اعتماد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ولیس مذهب فی هذه الازمنة المتأخرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة (۷)

اور اس آخری زمانہ میں مذاہبِ اربعہ کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں جس پر اعتماد کیا جائے اور جو ان صفات کا حامل ہو جو کہ مذاہبِ اربعہ میں ہیں۔

۲۔ مذاہبِ اربعہ کی تقلید خدا کا خاص فضل ہے

شاہ صاحبؒ مذاہبِ اربعہ میں تقلیدِ شخص کو خدا تعالیٰ کا ایک خاص فضل اور الہامی راز قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وبالجملة فالتذهب للمجتہدین سرالہمہ اللہ تعالیٰ فی قلوب العلماء وجمعہم علیہ من حیث یشعرون اولا یشعرون (۸)

(خلاصہ یہ ہے کہ مجتہدین کے مذہب کی پابندی یعنی تقلیدِ شخص ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے قلوب میں الہام فرمایا اور ان کو اس پر جمع فرمایا۔ خواہ وہ اس تقلیدِ شخصی کی خوبیاں سمجھیں یا نہ سمجھیں)

مذاہبِ اربعہ کے اختیار کرنے میں شاہ صاحبؒ کے دلائل

حضرت شاہ صاحبؒ نے مذاہبِ اربعہ کے اختیار پر زور دیا ہے کیونکہ یہی مذاہب اب موجود ہیں۔ اور امت کا ان پر اجماع ہو چکا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی کتاب عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید "میں ان مذاہبِ اربعہ کو اختیار کرنے پر تین دلائل دیئے ہیں:

۱۔ مذاہبِ اربعہ اختیار کرنے میں عظیم مصلحت

حضرت شاہ صاحبؒ نے مذاہبِ اربعہ کی پیروی میں عظیم الشان مصلحت سمجھی اور ان کو چھوڑنے میں ایک بہت بڑا فساد جس کو آپ نے "عقد الجید" میں یوں بیان کیا ہے:

اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها کلها مفسدة کبيرة ونحن نبين ذلک بوجوه احدها

ان الامة اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة
فالتابعون اعتمدوا في ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على
التابعين وهكذا في كل طبقة اعتمد العلماء على من كان قبلهم والعقل يدل
على حسن ذلك لان الشريعة لا يعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل
لا يستقيم الا بان ياخذ كل طبقة ممن كان قبلها بالاتصال ولا بد في الاستنباط ان
يعرف مذاهب المتقدمين لتلايخرج من اقوالهم فيفرق الاجماع وليبني
عليها (۹)

(است کا اس پر اجماع ہے کہ وہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کریں۔ اس لئے اس
معاملہ میں تابعین نے صحابہ اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اور ان کے بعد یہی طریقہ
قائم رہا کہ ہر طبقہ کے علماء اپنے سے سابق علماء پر اعتماد کرتے رہے۔ یہ طریقہ عقلاً پسندیدہ
ہے۔ اس لئے کہ شریعت کی معرفت یا تو نقل کے ذریعے ہو سکتی ہے یا استنباط کے
ذریعے۔ نقل کی صحیح صورت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہر طبقہ اپنے ماقبل طبقہ سے متصل طور
پر لے اور استنباط کے لئے ضروری ہے کہ مستفہدین کے مذاہب معلوم ہوں تاکہ کسی موقع پر ان
کے اقوال سے خروج کی بنا پر فرق اجماع لازم نہ آئے اور تاکہ اپنے قول کی انہی کے اقوال
پر بنا کریں۔

مذاہب اربعہ کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے

مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کی دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وثانياً قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد الاعظم ولما
اندرست مذاهب الحق الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم
والخروج عنها خروجها عن السواد الاعظم (۱۰)

یعنی یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ سواد اعظم کی پیروی کرو۔ اور چونکہ ان مذاہب اربعہ
کے سوا تمام مذاہب حقہ فنا ہو چکے ہیں اس لئے ان کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہوگا۔ اور ان
سے خروج سواد اعظم سے خروج ہوگا۔

۳۔ قرون اولیٰ سے دوری

مذہب ازبہ کو اختیار کرنے کی تیسری بڑی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وثالثہا ان الزمان لما طال وبعد العهد وضیعت الامانات لم یجزان یعتمد علی اقوال علماء السوء من القضاة الجورة والمفتیین التابعین لاهواءہم حتی ینسبوا ما یقولون الی بعض من اشتهر من السلف بالصدق والدیانة والامانة اما صریحاً ودلالة وحفظ قوله ذلک ولا علی قول من لا ندري هل جمع شروط الاجتهاد اولا فاذا رأینا العلماء المحققین فی حفظ مذاهب السلف عسی ان یصدقوا فی تخریجاتہم علی اقوالہم واستنباطہم من الکتاب والسنة واما اذالم نرعنہم ذلک فہیہات وهذا المعنی الذی اشار الیہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حیث قال یهدم الاسلام جدال المناق بالکتاب

وابن مسعود رضی اللہ عنہ حیث قال من کان متبعاً فلیتبع من

مضی (۱۱)

(یہ زمانہ چونکہ عہد رسالت ﷺ سے دور ہے دوسرے امانتیں ضائع ہونے لگی ہیں اس لئے یہ جائز نہیں کہ علماء سوء ظالم قاضیوں یا ان مفتیوں کے اقوال پر اعتماد کیا جائے جو اپنی خواہشات نفسانی کے غلام ہیں تاوقتیکہ وہ اپنی بات کو صریحاً اور دلالتاً سلف میں سے کسی ایسے شخص کی طرف منسوب نہ کریں جو صدق امانت اور دیانت میں مشہور ہو چکا ہو۔ اور اس کا یہ قول محفوظ ہو۔ اور نہ اس شخص کے قول پر اعتماد جائز ہے جس کے متعلق ہمیں معلوم ہو کہ وہ اجتہاد کی شرائط کا جامع نہیں ہے۔ اب جب ہم علماء کو دیکھیں کہ وہ مذاہب سلف میں ثابت قدم ہیں تو ان کی اقوال سلف سے تخریجات یا ان کے خود کتاب و سنت سے استنباط میں تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اور جب ہم علماء میں یہ بات نہیں دیکھتے تو ان کی تصدیق نہیں کی جاسکتی اس معنی کی طرف حضرت عمر بن خطابؓ نے اشارہ فرمایا کہ:

"منافق کا قرآن سے جھگڑنا اسلام کی دیواروں کو مترزل کر دے گا۔

ورابن مسعودؓ نے فرمایا:

"جس کو اتباع کرنی ہے سلف کی اتباع کرے"

الغرض مندرجہ بالا اقتباسات سے حضرت شاہ صاحب کی مذاہب اربعہ کے بارے میں تحقیق کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے نزدیک بلکہ پوری امت کے نزدیک یہ چاروں مسالک قابل تہلیل ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہے تو ان مذاہب کی آراء میں سے قوی اور مدلل دلیل کو سامنے رکھ کر اپنا رخ متعین کر سکتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ ان فقہاء اربعہ کا محتاج رہے گا اور ان کی آراء و استنباط کے بغیر کامل دسترس نہیں حاصل کر سکتا۔

شاہ صاحبؒ نے مذاہب اربعہ کو جہاں اختیار کرنے کی تلقین کی ہے تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کے نزدیک یہ چاروں مذاہب یکساں اہمیت کے حامل ہیں ان کی اس اہمیت کا ذکر آپ نے "فیوض الحرمین" میں یوں کیا:

میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ میری طرف (روحانی طور پر) ملتفت ہوئے میں سمجھا کہ آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک میں مجھے لے لی ہے اور آپ ﷺ نے مجھے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا۔ اسی حالت میں میں نے اس بارے میں سوچ و بچار کی اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ آپ ﷺ مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذاہب کی طرف رجحان رکھتے ہیں تاکہ میں فقہ کے اس مذہب کی اطاعت کروں۔ اور اس کو مضبوطی سے پکڑوں، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے نزدیک فقہ کے سارے کے سارے مذاہب یکساں ہیں (۱۲)

قریب قریب اسی مضمون کی عبارت "تفہیمات" میں ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

سألتہ صلی اللہ علیہ وسلم عن هذه المذاهب الاربعة وهذه الطرق ایها اولی عنده بالاخذ واجب فخاص علی قلبی منه ان المذاهب والطرق کلہا سواء لا فضل لواحد علی الآخر (۱۳)

البتہ آپ کی یہ دلی آرزو تھی کہ فقہ حنفی اور فقہ شافعی جو کہ عام متداول ہیں اور ان کو قبول عام حاصل ہے اور یہ دونوں مذاہب بلاد اسلامیہ میں مشہور و معروف ہیں اور پھر ان کے ماننے والے بے شمار ہیں۔ چنانچہ ان کی جزئیات کو مکتب حدیث پر پیش کیا جائے اور جو مسائل حدیث کے موافق ہوں قبول کر لئے جائیں اور جن کی اصل حدیث نہیں یا حدیث کے خلاف ہے، انہیں کلیۃً یا قیلاً رد کیا جائے (۱۴)

اعتدال پسندی

مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تاکید کے ساتھ شاہ صاحب اس پر زور دیتے ہیں کہ تقلید میں اعتدال رکھنا چاہیے۔ اعتدال کے سلسلے میں شاہ صاحب نے تفصیل کے ساتھ جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"کسی امام کی تقلید اور اس کے اقوال کو اس وقت لینا چاہیے جب ایک مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث کا علم نہ ہو۔ یا کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو۔ صحیح حدیث کا علم جب صحیح ذرائع سے مل جائے تو علماء کے اقوال کو چھوڑ کر اس صحیح حدیث پر عمل کیا جائے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جمود کے بالکل قائل نہ تھے آپ چاہتے تھے کہ چاروں اماموں کے اقوال میں سے جو مسلک قرآن و سنت و حدیث کے زیادہ قریب ہو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ صرف ظاہر حدیث ہی پر قناعت کر کے فقہ سے بے بہرہ رہنا یا صرف فقہ پر قناعت کر کے حدیث سے محروم رہنا یہ غلو اور افراط تفریط ہے جو درست نہیں۔ دونوں کو ملانا اور ان میں تطبیق دینا ضروری ہے اور یہی بہترین طریقہ ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہٹ دھرمی اور بے جا ضد سے صرف نظر کر کے غور و فکر کیا جائے اور ان تشریحات کو مشعل راہ بنایا جائے جنہیں اختلافی مسائل میں عملی تطبیق انجام دیتے وقت حضرت شاہ صاحب برتتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ باہمی مخالفت کا امکان کم سے کم ہو جائے گا بلکہ مستقبل کیلئے ایک مستحکم لائحہ عمل مرتب ہو سکتا ہے۔ اس طرح حضرت شاہ صاحب کی مختلف مذاہب فقہیہ کو ایک کرنے کی آرزو بھی یا نہ تکمیل کو پہنچ سکتی ہے۔

حواشی و حوالا جات

(۱) سید محمد متین حاشی، مولانا، مقدمہ سطعات از شاہ ولی اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ

لاہور ۱۹۷۶ء، ص: ۱۹۰

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا شمار نہ صرف دنیاۓ اسلام کے ممتاز ترین

جید علماء میں ہوتا ہے بلکہ آپ بیک وقت ایک محدث، فقیہ اور متفقہ طور پر اٹھارویں صدی

کے مجتہد اور امام مانے جاتے ہیں۔ آپ شوال المکرم ۱۱۱۳ھ بمطابق

۱۰ فروری ۱۷۵۳ء بروز بدھ دہلی کے قریب قصبہ پھلت میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ

عبدالرحیم تھا جو کہ بہت بڑے عالم تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔

سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ دس سال کی عمر میں شرح جامی شروع کی۔ اور

پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم متعارفہ سے فراغت پائی۔ (ڈاکٹر مظہر بقا۔ اصول فقہ اور شاہ

ولی اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۱۹۷۳ء، ص: ۵۵)

حضرت شاہ صاحبؒ نے تقریباً ہر موضوع پر قلم اٹھایا، فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف، اور

معاشرتی مسائل وغیرہ۔ آپ کی مشہور کتب میں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ازالۃ الخفاء (۲) حجۃ اللہ البالغہ (۳) الفوز الکبیر (۴) عقد الجید (۵) الانصاف فی بیان سبب

الاختلاف (۶) فیوض الحرمین (۷) القول الجلیل (۸) لمعات (۹) الدر الثمین فی مبشرات

النبی ﷺ (۱۰)۔ سطعات (۱۱) تفصیلات (۱۲) شفاء القلوب (۱۳)

انفاس العارفین (۱۴) الطاف القدس (۱۵) المصنفی (۱۶) المسوی وغیرہ۔

(۳) شاہ ولی اللہ، تفصیلات الالہیہ (مدینہ برقی پریس بمجنور۔ مجلس علمی

ڈاکھیل ۱۹۳۶ء/ ۲۱/ ۱۱

(۴) شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین (مترجم ساجد الرحمن کاندھلوی، قرآن محل

کراچی) ص: ۶۴

(۵) ایضاً ص: ۵۰

- (۶) شاہ ولی اللہ، حجة اللہ البالغہ (الطباعة المنيرية مصر ۱۳۵۵ھ) ۱/۱۵۴
- (۷) شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، قرآن محل کراچی س: ن، ص: ۵۶
- (۸) شاہ ولی اللہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (مجتبائی پریس
دہلی ۱۹۳۵ء، ص: ۶۳)
- (۹) شاہ ولی اللہ، عقد الجید، ص: ۵۳-۵۴
- (۱۰) ایضاً ص: ۵۵
- (۱۱) ایضاً ص: ۵۸
- (۱۲) شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، ص: ۷۰
- (۱۳) شاہ ولی اللہ، تفصیلات الالہیہ ۲/۲۵۰
- (۱۴) شاہ ولی اللہ، تفصیلات الالہیہ، ۱/۲۱۲